اَلْحَمْدُاللّٰہِ وَکَفٰی وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمَ ● بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمَ●
یَآاَیُّھَاالنَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ●اِنْ
یَّشَاْیُذْ ھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ●وَمَاذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ●
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّایَصِفُوْنَ ● وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
●وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ●

تواضع کی حقیقت

تواضع کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے کولا شــــی اور ہیچ سمجھے اپنی قابلیت کوذاتی نہ کہے بلکہ عطائی سمجھے اپنے اوپرنظر کی جائے پیدا کرنے والے پرنظر رکھے یہ کیفیت مجاہدہ نفس سے پیدا ہوتی ہے۔ بھائی یہ اپنے آپ کومٹا دینا، نفس میں عجب اورتکبر جیسی بیماریوں کوختم کرنا ہی تو تصوف ہے اور یہ تعلیمات تو ہمیں صحابہ کرام اورسلف صالحین سے ملتی ہے۔ زبان سے اپنے کوخاکسار، نیازمند ، ذرہ بے مقدار کردینا کافی نہیں ہوتا بلکہ جب کوئی ذلیل کرے اور ذرہ بے

مقدار کہے اور پھر انتقام کا جوش پیدا نہ ہو اور انسان یوں کہے کہ ہے تو یہی سچ مجھے کیوں برا لگے تو یہ تواضع کہلائے گا۔

اگر کسی کی برائی یا تعریف برابر ہو جائے تو یہ تواضع کا اعلیٰ درجہ ہے البتہ طبعًا یہ مساوات ہو نہیں سکتی کیونکہ یہ تو غیر اختیاری ہے انسان پر دوسرے کی طرف سے رنج پہنچتا ہے اور تعریف سے خوشی ہوتی ہے لیکن مجاہدہ کرنے سے جذبات پر قابو آ جاتا ہے اور انسان اسی بات کا مکلّف ہے جن دو شخصوں میں تواضع ہو گی ان میں نا اتفاقی نہیں ہو سکتی کیونکہ صفت تواضع میں جذب اور کشش کی خاصیت پائی جاتی ہے۔

۲۔ اپنی حقیقت کو پہنچانیں

اللہ تعالیٰ کائنات کے مالک و خالق ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ تو ہماری عبادات کے محتاج نہیں ہیں۔

یَاایُّھَاالنَّاسُ اے انسانو! اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ تم سب اللہ کے محتاج ہو وَاللّٰہُ ھُوَالْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ اور وہ غنی ہے جس کی تعریف کی گئی ہے۔

لوگو اگر پھر بھی ہم اپنے پروردگار کے سامنے نہیں جھکتے تو یاد رکھنا۔

اِنْ یَّشَـآیُـذْهِبْکُمْ وہ چاہے تو تمہیں مٹا دے، ختم کر دے، تمہارا تذکرہ بھی باقی نہ رہے جیسے کہ پہلے کئی قوموں سے ہو چکا ہے وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ اور ایک نئی مخلوق کو تمہاری جگہ پیدا کر دے جو عبادات گزار ہو۔ شکر گزار ہو اللہ سے محبت کرنے والی ہو، اللہ کی مخلوق کی بھی قدر دانی کرنے والی ہو، وَمَاذَالِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ اور اللہ پر یہ کام کوئی مشکل نہیں ہے۔

خاک کی عظمت

ہم بندے ہیں اور بندگی ہی اچھی لگتی ہے خاکی النسل ہیں لہٰذا خاکی النسل پر زندگی گزار دیں جبکہ شیطان ہمیں آتشی النسل بن کر زندگی گزارنے کی تلقین کرتا ہے خاک (مٹی) پاؤں کے نیچے رہے تو ہر بندہ پسند کرتا ہے اگر پاؤں کے نیچے دب کر کپڑوں پر آ گرے تو لوگ فوراً جھاڑ دیتے ہیں چہرے پر پڑے تو بھی لوگ فوراً دھو دیتے ہیں لہٰذا خاک کو عاجزی ہی زیبا ہے۔

جب تک یہ پاؤں کے نیچے رہے تو ایک وقت تک اس کی عظمت ہے، قدر

ہے اور جب یہ نیچے سے اوپر ہونے کی کوشش کرے تو ہر بندہ اسے ناپسند کرتا ہے اور اسے مٹانے کی کوشش کرتا ہے بالکل اسی طرح جو انسان آتشی النسل بن کر آگ کے شراروں کی طرح اونچا اٹھنا چاہتا ہے پروردگار عالم اس کا نام ونشان مٹا دیتے ہیں۔

تصوف کی بنیاد

اپنے نفس کو مٹا دینے والی نعمت اوپر سے چلی آ رہی ہے آج لوگ پوچھتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد کہاں؟ آپ کو مٹا دینا، نفس میں عجب اور تکبر جیسی بیماریوں کو ختم کرنا ہی تو تصوف ہے یہ تعلیمات تو ہمیں صحابہ کرام اور سلف صالحین سے ملتی ہے۔

عُجب مہلک ترین مرض ہے

حدیث پاک میں کچھ مہلکات (ہلاک کر دینے والی) اور کچھ منجیات (نجات دینے والی) باتیں بتائی گئی ہیں۔ مہلکات میں ایک بڑی چیز جو انسان کو ہلاکت میں ڈالتی ہے وہ عجب ہے۔ اسی لئے فرمایا وَاِعْجَابُ الْمَرْءِ

بِنَفْسِہٖ اورانسان کا اپنے نفس کے اندر عجب پیدا کر لینا اس کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے آج ہم سب اس کے مریض ہیں اِنَّ مَاشَاءَ اللّٰہ ،عجب اور تکبر کو تو ہم برائی ہی نہیں سمجھتے ،ہمیں تو ہر وقت ''میں'' دکھانے کی فکر رہتی ہے۔

تین زمانے:

ایک وہ زمانہ تھا جب حضرات کچھ عمل کرتے تھے اور اسے چھپا لیتے تھے۔پھر وہ زمانہ آیا کہ عمل کرتے تھے اور بتا دیتے تھے اور آج وہ زمانہ ہے عمل کرتے بھی نہیں اور بتاتے بھی پھرتے ہیں کہ جی میرا ارادہ حج کرنے کا ہے، جی میرا ارادہ کتاب لکھنے کا ہے، جی میرا ارادہ ایک مدرسہ بنانے کا ہے ابھی ذہنوں میں سوچ ہوتی ہے اور تشہیر پہلے ہی کر رہے ہوتے ہیں تا کہ لوگ اس کا تذکرہ آگے کریں اور ہمارا نفس موٹا ہو۔ہم نفس کو پالنے میں مشغول ہیں اور نفس ہمیں جہنم میں دھکا دینے میں مشغول ہے ہمارا بنے گا کیا؟

ہماری حالت زار

ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنی نظر میں بادشاہ بنے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

جی کرنا تو وہ ہے جو اپنی مرضی میں آئے گا۔ بھئی! اب شریعت کہاں گئی؟ کہنے والے ہیں کون؟ صوفی صاحب، گھر میں بیوی سے جھگڑا ہو تو کہتا ہے، میں وہ کروں گا جو میری مرضی میں آئے گا، دوستوں اور رشتہ داروں سے جھگڑا ہو جائے تو کہتا ہے جی میں وہ کروں گا جو میری مرضی میں آئے گا۔ بھئی! جب تک یہ ہماری اور میری والے الفاظ نہیں چھوٹیں گے تب تک ہمیں اپنی اصلیت نصیب نہیں ہوگی، تب تک ہمیں تصوف کی حقیقت حاصل نہیں ہوگی

عزازیل شیطان کیسے بنا؟

شیطان کو بھی اسی لئے پھٹکار پڑی، آپ بتائیے کہ جب شیطان نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو کیا اس نے کوئی شراب پی ہوئی تھی کہ وہ اتنا مدہوش تھا اس کو کس چیز کا نشہ تھا۔ اس نے مئے تکبیر پی ہوئی تھی اسے تکبر کا نشہ تھا۔ وہ کہتا تھا، اَنَا خَیرٌ مِّنْہُ کہ اس آدم سے تو میں اچھا ہوں، اس نے ''میں'' کی شراب پی ہوئی تھی۔ اس لئے پھٹکار دیا گیا۔ کہاں طاؤس الملائکہ تھا اور کہاں فرما دیا کہ اب تم میرے دشمن ہو۔ فَاخْرُجْ مِنْھَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ (نکل جا،

دفع دور ہو جا، تو مردود ہے) آج تو ہم خود گناہ کرتے ہیں اور پھر بھی شیطان کا نام لگا دیتے ہیں، چلیں گنجائش ہے۔ مگر جب شیطان نے گناہ کیا اس وقت تو شیطان کوئی نہیں تھا، اس کا اپنا نام عزازیل تھا۔ اب بتایئے کہ عزازیل کو شیطان کس نے بنایا؟ اس کا کیا جواب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے اپنے نفس نے اس کو شیطان بنا دیا۔ نفس ایسا ہے کہ اگر بگڑا ہوا ہو تو یہ طاؤس الملائکہ کو بھی شیطان بنا دیتا ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کی عاجزی

اپنے آپ کو مٹانے کی بہترین مثال صدیق اکبرؓ کی زندگی میں ملتی ہے محبوب دو عالم ﷺ ان کو صدیقت کی بشارت دے رہیں ہیں، عشرہ مبشرہ میں ان کے تذکرے فرماتے ہیں۔

اُحد سے کہتے ہیں کہ اُحد کیوں ہلتا ہے؟ تیرے اوراوپر نبی ہے اپنی حیات مبارکہ میں ان کو مصلے پر کھڑا فرماتے ہیں، ہجرت کے وقت ہم سفر بناتے ہیں مگر اس سب کچھ کے باوجود صدیق اکبرؓ کی کیفیت یہ تھی کہ جب اپنے آپ

پر نظر ڈالتے تو کانپ اُٹھتے، رو پڑتے اور ''رو رو'' کر کہتے، میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا، کاش! میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا، میں کوئی پرندہ ہوتا، کاش! میں گھاس کا کوئی تنکا ہوتا جسے کوئی جانور ہی کھا لیتا۔ ان کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ نبی علیہ السلام نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَرَادَاَنْ یَنْظُرَاِلٰی مَیِّتٍ یَمْشِیُ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْیُنْظُرْ اِلٰی اِبْنِ اَبِیْ قُحَافَة. (کہ جو شخص چاہے کہ زمین کے اوپر چلتی ہوئی کسی لاش کو دیکھے تو اس کو چاہیئے کہ وہ ابو قحافہ کے بیٹے ابو بکر صدیق کو دیکھ لے)

سبحان اللہ پھر اللہ رب العزت نے ان کو غار میں اِنَّ اللّٰهَ مَعُنَا کی بشارتیں دیں کیونکہ خواہشات ختم ہو گئی تھیں، ہوائے نفسانی کا نام ونشان نہ رہا تھا حقیقت انسانیت نصیب ہو چکی تھی وہ زندہ تو تھے مگر دنیا میں نہیں تھے بلکہ ان کے دل ودماغ عرش کے اوپر پہنچے ہوئے ہوتے تھے۔

سیدنا عمر ابن الخطابؓ کی عاجزی

سیدنا عمر ابن الخطابؓ نے اپنے آپ کو کیسے مٹایا؟ ایک مرتبہ کسی جہاد سے مال

غنیمت آیا۔قیدی بھی آئے۔آپ نے دیکھا تو خوش ہوئے۔اس کے بعد لوگوں سے کہا، ذرا منبر کے قریب ہو جاؤ۔لوگ منبر کے قریب ہو گئے۔ پھر آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اپنے آپ کو کہا ''عمر! تو وہی تو ہے جس کی ماں خشک گوشت چبایا کرتی تھی'' عرب میں یہ غربت کی علامت ہوتی تھی کہ جن کو کھانے کا کچھ وافر حصہ میسر نہیں ہوتا تھا وہ بھوک کی شدت کی وجہ سے خشک گوشت چبایا کرتے تھے۔ یہ بات کہہ کر حضرت عمرؓ منبر سے نیچے اُتر گئے۔

صحابہ کرامؓ حیران ہوئے کہ ہمیں امیر المومنین نے اکٹھا کیا تھا تو کیا یہی کچھ کہنا تھا۔بعد میں انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا، حضرت! آپ نے اتنے لوگوں کو اکٹھا بھی کیا کہ بات سنو اور کوئی خاص بات بھی نہیں کی بس یہی کہا کہ عمر! تو اس ماں کا بیٹا ہے جو خشک گوشت چبایا کرتی تھی، آخر کیا وجہ ہے؟ حضرت عمر نے جواب دیا، جب قیدی آئے اور مال غنیمت بھی آیا تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ عمر! اللہ نے تجھے کیا ہی شان دی ہے کہ تیرے زمانے

میں اسلام کوفتوحات ہورہی ہیں۔میں نے محسوس کیا کہ میرے نفس کے اندر کہیں عجب پیدا نہ ہوجائے۔میں نے اس کا علاج تجویز کیا کہ سارے لوگوں کو بلا کر ایک ایسی بات کہہ دی جس نے میرے اندر سے خود پسندی کو ختم کرکے رکھ دیا۔سبحان اللہ! وہ اپنے نفس کو یوں پامال کرتے تھے ادھر نفس کے ''اژدھا'' نے سر اٹھانے کی کوشش کی ادھر انہوں نے اس کے سر پر چوٹ لگائی۔بس ذراسی بات پر نفس کو دوا پلا دیتے تھے تو معلوم ہوا کہ وہ حضرات اپنے نفس پر ہر وقت نگاہ رکھا کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کی عاجزانہ دعا:

جن کے بارے میں زبان نبوت ﷺ سے اتنے فضائل بیان کروائے گئے، وہ تہجد کے اوقات میں پروردگار عالم کے سامنے اپنی راز و نیاز کی باتیں کرتے ہوئے اپنے دل کی کیفیات کیسے کھولتے تھے۔اس وقت پروردگار عالم کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ایسی دعا مانگتے تھے جو میرے اور آپ کے لئے روشنی کا مینار ہے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کرتے تھے،

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا اے اللہ! مجھے اپنی نگاہ میں چھوٹا بنا دے اور مخلوق کی نظر میں بڑا بنا دے۔ اس لئے کہ جب کوئی مخلوق کی نظر میں بڑا ہوگا تو اس کیلئے دعوت وارشاد کا دروازہ کھل جائے گا اور اگر لوگ ہی کسی کو حقیر سمجھیں گے تو وہ دینی فائدہ بھی نہیں اٹھا پائیں گے آپ نے اس لئے بھی یہ دعا مانگی کہ نفس کہیں پھولنے نہ پائے یہی تصوف ہے۔

حضرت علیؓ کی عاجزی

ایک مرتبہ ایک آدمی حضرت علیؓ سے ملا وہ تابعین میں سے تھا اس نے حضرت علیؓ کو نہ پہچانا کیونکہ مدینہ میں نو وارد تھا۔ لہٰذا اس نے پوچھا مَنْ اَنْتَ؟ آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں نہیں ہوں مگر مسلمانوں میں سے ایک آدمی، میرے دوستو! انہوں نے یہ نہ بتایا کہ میں داماد مصطفیٰ ہوں، میں خاتون جنت فاطمہ الزہرہؓ کا خاوند ہوں میں سَیِّدُ شَبَابِ اَھْلِ جَنَّة حسنؓ و حسینؓ کا جدامجد ہوں، میں

باب العلم ہوں، مجھے اسد اللہ الغالب کہا گیا، میرے ہاتھ پر اللہ رب العزت نے خیبر فتح کروایا۔ انہوں نے اپنے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہی بلکہ اپنی ذات کی نفی کردی، اپنی شان کی نفی کردی، اپنے مقامات کی نفی کردی، جب ان اکابرین کا یہ حال تھا تو میں اور آپ کس کھیت کی گاجر مولی ہیں کہ ہم دعوے کرتے پھریں کہ ہمیں تو یہ کیفیت اور مقام حاصل ہے۔

ہمارا اصل دشمن

اس لئے ہمیں شیطان سے زیادہ اپنے نفس سے ڈرنے کی ضرورت ہے کیونکہ رب کریم نے شیطان کے متعلق فرمایا۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَا نِ كَانَ ضَعِيْفاً (کہ شیطان کا مکر اور اس کی تدبیر کمزور ہے) لیکن جہاں پر ایک انسان کے نفس کے بہکانے کا تذکرہ آیا وہاں فرمایا۔ اِنَّ كَيْدَ كُنَّ عَظِيْمٌ اے عورتو! تمہارے تو مکر وفریب بڑے ہوتے ہیں۔ جہاں انسانی نفس کا تذکرہ آیا وہاں قرآن نے عظیم کا لفظ استعمال کیا اور جہاں شیطان کے مکر کا تذکرہ آیا وہاں ضعیف کا لفظ استعمال فرمایا۔ معلوم ہوا کہ شیطان اس وقت

تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ ہمارا اپنا نفس اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا۔تو ہمیں تو یہی اندر کا بھیدی نقصان دیتا ہے گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے والا معاملہ ہوتا ہے۔ہمارا اصل دشمن ہمارا اپنا نفس ہے اسی لئے مشائخ کرام نفس پر محنت کرواتے ہیں۔کسی عارف نے کہا۔

عاجز اور فقیر کا لفظ

ہمارے مشائخ نے ''میں'' کے لفظ کو اتنا ناپسند کیا کہ عام بات چیت میں بھی ''میں'' کا لفظ استعمال نہیں فرماتے تھے۔فقیر کا لفظ استعمال فرماتے تھے یا عاجز کا لفظ استعمال فرمالیتے تھے۔بھئی ہم تو واقعی عاجز ہیں۔عاجز کا لفظ مجھے اچھا لگتا ہے۔فقیر کا لفظ بھی اچھا لگتا ہے فقیر کا تو اس لئے کہ پروردگار ہمیں کہہ رہے ہیں۔اَنۡتُمُ الۡفُقَرَاءُ اِلٰی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَالۡغَنِی ُّ الۡحَمِیۡدُ (اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو)اس لئے ہمیں تو اپنے آپ کو فقیر ہی کہلوانا چاہئے۔

لفظ عاجز کی تحقیق

اور عاجز کا لفظ اس لئے استعمال کرنا چاہئے کہ فرمایا۔ اَلۡکَیِّسُ مَنۡ دَانُ

نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَابَعْدَ الْمَوْتِ۔ عقلمند وہ ہے جو جانچ لے اپنے نفس کو اور اس کے لئے عمل کرے جو کہ موت کے بعد ہے، اور پھر آگے فرمایا کہ عاجز وہ ہے جس نے اپنی خواہشات کی اتباع کی، اگر حدیث کے ان الفاظ کو سامنے رکھیں تو عاجز کا لفظ ہمارے اوپر بالکل فٹ آتا ہے مشائخ اپنے لئے عاجز کا لفظ اس لئے استعمال نہیں فرماتے کہ ان کے اندر عاجز ہوتی ہے اور وہ اپنی عاجزی کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں بلکہ فرمان رسول ﷺ ان کی نظر میں ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو خواہشات کا بندہ سمجھتے ہیں۔ خواہشات کا غلام سمجھتے ہیں اس لئے عاجز کا لفظ استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔

''میں'' کو مٹالو

اے دوستو! اپنی میں کو مٹالو۔ یاد رکھنا کہ جو اپنی ''میں'' کو نہیں مٹاتا پھر اللہ تعالیٰ خود اس کی ''میں'' کو مٹاتے ہیں اور جس کی ''میں'' کو اللہ مٹاتا ہے پھر اس کا تماشا دنیا دیکھتی ہے اس سے پہلے کہ اللہ ہماری ''میں'' کو توڑ دے ہم اپنی ''میں'' کو خود مٹالیں ''اسے کہتے ہیں مٹانا''

ابدال کا مقام کیسے ملا؟

حضرت بایزید بسطامیؒ ابدال کے مقام پر کیسے فائز ہوئے؟ فرمایا کہ ایک مرتبہ اہل شہر نے کہا کہ کافی دن ہوئے ہیں بارش نہیں ہوئی، لگتا ہے کہ شہر میں کوئی ایسا گناہگار ہے کہ جس کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے رحمت کی بارش کو روکا ہوا ہے۔ فرمایا کہ ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ میں نے دل میں سوچا کہ بایزید! اب تمہیں اس شہر میں رہنے کا کوئی حق نہیں، تم ہی وہ گنہگار ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں کو روکا ہوا ہے میں اپنے آپ کو پورے اہل شہر میں سے سب سے کمتر سمجھ کر شہر سے باہر نکل گیا۔ میرے مالک نے میری عاجزی کو قبول کر کے مجھے ابدال کا مقام عطا فرما دیا سبحان اللہ۔ دیکھا، ہم ہوتے تو کہتے کہ میرے سوا سب گنہگار ہیں سچی بات یہی ہے کہ جو اپنے کو کمتر سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہی کو برتر بنا لیا کرتے ہیں۔

خواجہ فضل علی قریشیؒ کا مقام

یہ بات دل کے کانوں سے سنیئے گا حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ ایک مرتبہ محفل

میں تشریف لائے اور فرمانے لگے، فقیرو! لوگ متوجہ ہو گئے کہ حضرت کچھ کہنا چاہتے ہیں پھر فرمایا، فقیرو! اور پھر چپ ہو گئے، سوچتے رہے بات شروع نہیں کی اور سوچ کر کہنے لگے، ایک دفعہ میرے پیٹ کے اندر بہت ریح پیدا ہو گئی اور وہ نکلتی نہیں تھی پیٹ میں شدت کا درد ہوا حتیٰ کہ میں تو زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگ گیا، مجھے تو دن میں تارے نظر آنے لگ گئے، میری حالت غیر تھی۔ لوگ حیران ہوئے کہ پیر صاحب لوگوں کو متوجہ کر کے کیا قصہ سنا رہے ہیں بھلا کوئی سناتا ہے کسی کو کہ میرے پیٹ میں ریح پیدا ہو گئی اور نکلتی نہیں تھی اور درد کی وجہ سے میں لوٹ پوٹ ہونے لگ گیا، حضرت مزے مزے سے واقعہ سنا رہے تھے فرمانے لگے کہ میری تو یہ حالت تھی لگتا تھا کہ شاید میری جان ہی نکل جائے اتنے میں میرے جسم سے ریح خارج ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے سکون عطا فرما دیا لوگ حیران تھے پھر فرمانے لگے، فقیرو! جو آدمی جسم سے گندی ہوا کے نکلنے کا محتاج ہو گیا وہ بھی کوئی بڑا بول بول سکتا ہے لوگوں نے کہا، حضرت! وہ تو نہیں بول سکتا، فرمایا اچھا میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں

اب وہ بات بتائی جو ابتداء میں بتانا چاہتے تھے فرمایا مجھے آج رات خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فضل علی قریشی! تو نے متبع سنت لوگوں کی ایسی جماعت تیار کی ہے کہ من حیث الجماعت اس وقت پوری دنیا میں کہیں بھی ایسی جماعت موجود نہیں ہے۔ سبحان اللہ! نبی اکرم ﷺ سے بشارت کیا ملی!! مگر بتانے سے پہلے معاملہ ہی صاف کر دیا کہ کہیں عجب اور تکبر کی بات ہی نہ آئے دیکھا، ہمارے مشائخ کا یہ طریقہ رہا ہے اللہ رب العزت کے ہاں اتنی مقبولیت کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ بتا رہے ہیں کہ فضل علی قریشیؒ! جیسے متبع سنت لوگوں کی جماعت تو نے تیار کی ایسی جماعت اس وقت دنیا میں موجود نہیں مگر عاجزی ایسی کہ اس کو بتانے سے پہلے اپنے بارے میں ایسی بات کرتے ہیں تاکہ نفس کے اندر کوئی عجب اور تکبر پیدا نہ ہو جائے۔

دو راستے

ہمیں چاہئے کہ ہم اپنی کوتاہی کو تسلیم کرنے میں شرمایا نہ کریں کیونکہ اپنی

کوتاہی کوتسلیم نہ کرنا شیطان کا کام ہےاور اپنی غلطی کو مان لینا حضرت آدمؑ کی سنت ہے اب ہمارے لئے دو راستے ہیں کبھی گھر میں کوئی غلطی ہو جائے تو ناک اونچی رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔کبھی میاں بیوی کی کوئی بات ہوتی ہےتو میاں چاہتا ہے کہ میں Win پوزیشن میں آؤں اور بیوی چاہتی ہے کہ میں Win پوزیشن میں آؤں۔دوستوں یا رشتہ داروں میں بات چلے تو کہتے ہیں کہ ہم Win پوزیشن میں رہیں۔یعنی ہم اپنے آپ کو ہمیشہ Win پوزیشن میں دیکھنا چاہتے ہیں نہیں ہم حق کو سامنے رکھیں۔اگر کبھی کوئی غلطی کوتاہی سرزد ہو جائے تو برملا تسلیم کر ایا کریں کیونکہ اپنی غلطی کو تسلیم کر لینے میں عظمت ہوا کرتی ہے یہ ہر آدمی کا کام نہیں ہوتا۔خوبیوں کو اپنی طرف منسوب نہ کیا کریں ہم خوبیوں والے کہاں؟ ہم تو خوبیوں والے بننے کے متمنی ہیں۔

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
پر تو نے دل آزُردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنم کی بہت تدبر
لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

واخردعواناعن الحمداللہ رب العلمین